

## رواں بارت کا فکری نظام

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرکانوی نے مجھے ایک سوال نامہ ارسال کیا، جس میں فرانس کے مشہور سماعتیاتی نقاد رواں بارت کی متعدد فکری جہات میں سے آکریوین (Ecrivain) اور آکریونت (Ecrivain) کے بارے میں بھی ایک سوال شامل تھا۔ جواب میں نے انہیں جو تحریر بھیجی اس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”رواں بارت نے لکھنے والوں کو دو طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ ایک طبقہ ان لکھنے والوں کا ہے جو ادب کو محض ”ذریعہ“ سمجھتے ہیں۔ وہ دراصل ادب کے ذریعے اپنا پیغام یا نظریہ دوسروں تک منتقل کرنے کے متمنی ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ادبی تخلیق کی حیثیت اس چھاگلی کی سی ہے جس میں پانی بھر کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاتا ہے۔ جب چھاگلی منزل پر پہنچ جاتی ہے تو اس میں سے پانی نکال لیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو رواں بارت نے آکریونت کا نام دیا ہے۔ ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں جو ادب کو ”ذریعہ“ قرار نہیں دیتے بلکہ اسے مقصود بالذات سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو رواں بارت نے آکریوین کہا ہے۔ وہ انہیں ”مصنف“ کہہ کر بھی پکارتا ہے جب کہ آکریونت کو محض ”محرر“ کا نام دیتا ہے۔ محرر ادیب زبان کے حوالہ جاتی پہلو (Referential aspect) سے منسلک ہوتے ہیں۔ جبکہ مصنفین زبان کے جمالیاتی پہلو سے! ہمارے یہاں ادب کی ”ادب برائے ادب“ اور ”ادب برائے زندگی“ میں تقسیم بھی ایک حد تک رواں بارت کی تقسیم ہی سے مشابہ ہے۔ ”ادب برائے زندگی“ کے علم بردار اکثر و بیشتر ادب کو غیر ادبی مقاصد کے

معنی اور تناظر، ہر کو دھا، ۱۹۹۸ء

لیے استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں، مثلاً کسی معاشی، مذہبی یا فکری نظام کی شعوری طور پر تحسیر یا تبلیغ کے لیے جبکہ ”ادب برائے ادب“ والے ادب کو مقصود بالذات گردانتے ہیں۔ حیثیت اور مواد کی بحث بھی اسی تقسیم کی روشنی میں واضح ہوتی ہے۔ آکریونت (محرر) حیثیت اور مواد میں تقسیم روا رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک دوئوں میں وہی رشتہ ہے جو لفافے (Envelope) اور اس میں مخوف چیز میں ہوتا ہے۔ جبکہ آکریوین کا یہ موقف ہے کہ ”لفافہ“ اور ”چیز“ دو مختلف اشیا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی شے کے دو رخ ہیں۔ اگر چھاگلی اور پانی کی مثال کو سامنے رکھیں تو پھر آکریونت کے نزدیک قارم (چھاگلی) اور مواد (پانی) کا رشتہ Container اور Contained کا ہے، جبکہ آکریوین کے مطابق حیثیت اور مواد کا رشتہ وہ ہے جو برف کی سل اور پانی میں ہوتا ہے۔ پانی برف کی سل کے اندر بند نہیں ہوتا (جیسے لفافے کے اندر رقعہ بند ہوتا ہے) بلکہ برف کی سل بجائے خود پانی ہے۔ لہذا آکریوین کے مطابق تخلیق کی ایک اپنی مقصود بالذات حیثیت ہے، جو بتدالیاتی حق (جی کہ جنسی لذت تک مہیا کرنے پر قادر ہے۔ رواں بارت نے اسے لباس کے چاک میں سے شے بدن کی جھٹک پانے کا نام دیا ہے اور اس سے حاصل ہونے والی لذت کو Jouisssance کہہ کر پکارا ہے۔“

واضح رہے کہ رواں بارت نے آکریوین اور آکریونت کے اس فرق کو اپنے مضمون ecrivains rt ecrivants میں پیش کیا تھا۔ بعد ازاں یہ مضمون اس کی تصنیف Critical Essays میں شامل کر لیا گیا۔ رواں بارت کی بعد کی تحریروں میں بظاہر الفاظ کا یہ جوڑا عجب ہو گیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے فکری نظام میں یہ شکلیں بدل بدل کر بار بار ابھرتا رہا۔ دراصل رواں بارت ایک نہایت خلاق شخصیت تھا۔ وہ جب کسی مسئلے پر اپنا نقطہ نظر پیش کر دیتا جس کے لیے وہ نئی اصطلاحات رائج کرنے کی کوشش کرتا۔ اسی لیے جو تمھیں مکر نے اپنی کتاب بعنوان Barthes میں لکھا ہے:

"Barthes is a semial thinker but he tries to uproot his seedlings as they sprout. When his projects flouuish, they

اس بات سے کہ روایات بارت کے لیے ایک نظریہ کو قبول کرتا، گاہے دوسرے نظریے کو ترجیح دیتا تھا۔ مگر بغور مطالعہ کر کے تو اس پر دکھائی دیتے والے انسانی مزاج کے غلبہ میں روایات بارت ایک مضبوط اور مربوط سوچ کا مالک دکھائی دیتا ہے۔ ایک ایسی سوچ جو تدریجاً چوں کہ چلتی چلائی ہے۔

اس مسئلے میں بات ۱۹۶۰ء سے شروع ہوتی ہے جب روایات بارت نے آکریڈن اور اکیڈمکس کے فرق کو واضح کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس نے بات لکھاری کے حوالے سے کی تھی اور دو قسم کے لکھاریوں کو نشان زد کیا تھا۔ یہ روایات بارت کا ابتدائی زمانہ تھا، جب وہ ابھی مصنف (Author) کے وجود کا قائل تھا۔ مگر ۱۹۷۰ء تک پہنچتے پہنچتے جب اس نے S/Z لکھی تو مصنف کے بارے میں اس کے تصورات تبدیل ہو چکے تھے۔ موجودت سے روایات بارت شروع ہی سے جدا تھا اور Existence precedes Essence کے عقول کا گرویدہ تھا۔ اصلیت (Essentialism) کا مرکزی نقطہ تھا کہ ہر شخص کے افعال میں جو ہر موجود ہوتا ہے جو تبدیل نہیں ہوتا۔ دوسری طرف موجودت (Existentialism) اس بات کی داعی تھی کہ فرد تبدیل سے ہم کنار ہونے کے معاملے میں قطعاً آزاد ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ فیصلہ کرنے کے عمل میں اختیار ہے اور باطنی کے جبر کی زد پر بالکل نہیں ہے۔ روایات بارت ابتدا سارتر سے بھی زیادہ اصلیت (Essentialism) کے نظریے کا مخالف تھا اور فرد کو وحدت کے بجائے کثرت کا نمائندہ قرار دیتا تھا۔ ہمیں لگتا ہے جیسے وہ ابھی لکھاری کے وجود کا یہ ہر حال قائل تھا۔ مگر ۱۹۷۰ء تک پہنچتے پہنچتے روایات بارت مصنف کی کارکردگی بلکہ اس کے وجود تک سے منکر ہو چکا تھا۔ S/Z لکھنے سے پہلے ہی اس نے ۱۹۶۸ء میں لکھا تھا

”اب ہمیں اس بات کا علم ہے کہ لکھتے کسی واحد الہیاتی معنی Author God کا پیغام سے بہارت نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک ایسا دور Space ہے جس میں بہت سی تحریریں ایک دوسری سے ٹکراتی اور باہم آمیز ہوتی ہیں۔“

جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اب مصنفین کے بجائے لکھنوں کے مطالعے کی سفارش کر رہا تھا۔ اس موقف پر کچھ اثرات ”نئی تنقید“ کے بھی نظر آتے ہیں جس نے ”تصنیف بغیر مصنف“

ماہنامہ سائنس و ادب کے مرکز یا وہ اثرات ساقیات کے ہیں جس نے ”مرکز گریز“ ساخت کا تصور پیش کیا تھا۔ ساقیات کا یہ تصور غلطی اور ہائیز کے حوالے سے ساخت کے قدیم ”مرکز آتش“ نظریے کی نئی سے تو عبارت تھا (اور اس کا ذکر بہت چمکا ہے) مگر میری رائے میں اس پر کوآپم طبیعیات کا دلائل بھی اثر انداز ہوا تھا، جو ساخت کو ”رشتوں کا جال“ (Web of relations) سمجھتا ہے۔ غلطی نے اس تسنن میں ”خدا کی موت“ کا اعلان کر دیا تھا، جو اصلاً جوہریا و احد معنی کو مسترد کرنے کی ایک کاوش تھی۔ اس سلسلے میں جب روایات بارت نے مصنف کو Author-God کا لقب کر کے اس کی موت کا باضابطہ اعلان کیا تو اس نے غلطی کے قول ہی کو دہرایا۔ یہ ہر حال روایات بارت نے اب لکھاری کے حوالے سے آکریڈن اور اکیڈمکس کو Writely (Scriptible) اور Readerly (Lisible) موضوع بنانے کے بجائے تحریر کو Readerly (Lisible) اور Writely (Scriptible) میں تقسیم کر کے پیش کر دیا۔ دوسرے لفظوں میں وہی بات جو پہلے لکھاری کے حوالے سے کہی گئی تھی، اب لکھتے کے حوالے سے کہ دی گئی۔

روایات بارت نے لکھتے کی دو اقسام کو اپنی کتاب S/Z میں موضوع بنایا ہے۔ ان میں سے ایک کو اس نے Readerly اور دوسری کو Writely کا نام دیا ہے۔ مقدمہ لکھتے کو تحریر ہے جسے قاری از اول تا آخر ایک سانس میں پڑھ جاتا ہے۔ اس پیاسے شخص کی طرح جو مشروب کا گلاس غنائف پی جانے کا مظاہر کرتا ہے۔ ایسی تحریر قاری کو صارف یعنی Consumer میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس موخر الذکر تحریر قاری کو ایک تخلیق کار میں بدل دیتی ہے۔ وہ مشروب کا گلاس غنائف پی نہیں جاتا بلکہ مزے مزے سے رک رک کر اسے چکھتا، سرکتا، اس کی خوشبو، ذائقے، اس کی ٹھنڈک یا گرمی، اس کے رنگ اور روپ سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہ گویا مشروب کو ایک ”چیز سے دیگر“ میں بدل دیتا ہے۔ تحریر کے حوالے سے ہم کہیں گے قاری (کنز یومر) اسے از سر نو لکھتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے یہ حیثیت پڑھ دوسرا بھر آتا ہے۔ Readerly تحریر وہ ہے جو ایک خاص منزل کی طرف سفر کرتی ہے اور قاری بھی ایک مرکز وہ انسان کی طرح اس کے پلو سے بندھا چلا جاتا ہے مگر Writely تحریر میں قاری کو قدم قدم پر منزل کا گمان ہوتا ہے۔ قبول سنورک Readerly تحریر میں قاری کا سفر افقی (Horizontal) ہوتا ہے جبکہ Writely تحریر میں مودی یعنی Vertical نظر آتا ہے۔



دلچسپ بات یہ ہے کہ جب ۱۹۶۰ء میں رولاں بارت نے لکھاری کو حوالہ دیتا تھا تو وہ اس کا لکھاریوں کا ذکر کیا تھا۔ ایک اکریونٹ جو کم درجے کا لکھاری تھا، دوسرا اکریونٹ جو اعلیٰ درجے کا لکھک تھا۔ مگر اس کے بعد ۱۹۷۰ء میں جب وہ لکھاری کے وجود کو مسترد کر چکا تھا تو اس نے لکھت کی بھی دو اقسام کی نشان دہی کی۔ ایک عام سی تحریر یعنی Readerly دوسری خاص تحریر یعنی Writerly۔ غور کیجئے کہ بات وہی تھی جو اس نے ۱۹۶۰ء میں لکھاری کے حوالے سے کی تھی، مگر جسے وہ ۱۹۷۰ء میں لکھت کے حوالے سے کر رہا تھا۔ اگر سوال کیا جاتا کہ کیا Readerly اور Writerly کا فرق اصلاً ان کے عتب میں موجود Ecricant لکھاری اور Ecricain لکھاری کا فرق نہیں ہے تو رولاں بارت کے پاس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ جو اس کے کہ وہ کہتا کہ اس کے سامنے اب لکھاری کا نام تک نہ لیا جائے۔ اگر اس سے کچھ پوچھا ہے تو صرف لکھت کے حوالے سے پوچھا جائے۔

تحریر کے ان دونوں میں سے Writerly تحریر کو رولاں بارت نے Text کا نام دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر Text کا امتیازی وصف نہ تو اس کا معنی ہے اور نہ اس کے مصنف کا منفرد طرز احساس (جیسا کہ رولاں بارت کہتا ہے کہ Text ایک ایسی ساخت یا سٹرکچر ہے جس میں ہر وقت تغیرات آرہے ہوتے ہیں، مگر تغیرات ان Codes یا Conventions کے تابع ہوتے ہیں جس سے سٹرکچر عبارت ہے۔ بارت نے اس سلسلے میں Codes پر بھرپور بحث کی ہے جس کا اعادہ غیر ضروری ہے، فقط اس قدر کہنے پر اکتفا کروں گا کہ بارت نے Text کو مقصود بالذات قرار دیتے ہوئے اس کی تخلیق سے مصنف کی کارکردگی کو منہا کر دیا ہے۔ اس کے بجائے اس نے لکھت کو تمام تر اہمیت دیتے ہوئے "لکھت لکھتی ہے لکھاری نہیں" کا اعلان کیا ہے۔ گویا یہ کہا ہے کہ لکھت کی ایک اپنی بوطیتا ایک اپنا سسٹم یا نظام ہے جس میں مصنف کوئی حصہ نہیں لیتا۔ یوں لگتا ہے جیسے بارت کا یہ نظریہ براہ راست سوسیور کے اس نظریے سے ماخوذ ہے جو بیروں (گفتار) کی ساری بولگونی اور تغیر کے عتب یا ملن میں زبان (Langue) کے نظام کی نشان دہی کرتا ہے۔ رولاں بارت نے بھی لکھت کے پس پشت Codes کا ذکر کیا ہے یعنی ایک ایسی تہ در تہ Space کا ذکر جو Codes سے عبارت ہوتی ہے۔ یہ تہ در تہ Space اصلاً ایک ساخت یعنی Structure سے یقیناً عبارت ہے جو دائمی ہیں۔ بارت کہتا ہے چاہتا ہے کہ تحریر ایک ایسی

رولاں بارت کا قری نظام

ساخت ہے جو چاروں سے مشابہ ہونے کے باعث پرتوں کا ایک سلسلہ ہے لیکن جس کے اندر کوئی معنی یا مقصد نہیں ہے۔ اس نے اسے ایک ایسا لفافہ Envelope بھی قرار دیا ہے جس کے اندر خط موجود نہیں ہے۔ اسی حوالے سے اس نے جاپانی ثقافت کا بھی ذکر کیا ہے جو قبول اس کے تمام تر اہمیت لگانے ہی کو دیتی ہے نہ کہ لفافے میں بند کسی چیز کو۔

Text کی بحث کو طول دینا نہیں چاہتا۔ فقط اس نکتے کو ابھارنے کا حتمی ہوں کہ بارت نے جہاں لکھاریوں کو Ecricain اور Ecricant میں تقسیم کیا ہے وہاں Text کی بھی دو اقسام کا ذکر کیا ہے یعنی Writerly اور Readerly کا۔ ان میں سے Ecrican اور writerly کو ایک خانے میں اور Ecrican اور Readerly کو دوسرے خانے میں رکھنا چاہیے کیونکہ لکھاری کے حوالے سے جو اوصاف Ecricain کے ہیں وہی لکھت کے حوالے سے Writerly کے ہیں (دونوں کو بارت نے افضل اور معتبر جانا ہے) اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بارت کا اصل موقف تبدیل نہیں ہوا۔ فقط اس کا Stress تبدیل ہوا ہے۔ کیوں تبدیل ہوا ہے؟ یعنی لکھاری کو اس نے کیوں مسترد کیا ہے تو اس بات کی وضاحت میں اوپر کر چکا ہوں۔

اب آئیے قاری کی طرف! جس طرح رولاں بارت نے لکھاری اور لکھت کو دو دو میں تقسیم کیا ہے اسی طرح قاری کو بھی دو میں بانٹ دیا ہے (دیکھیے کہ بارت جوڑے بنانے کا کس قدر شائق ہے!) اس سلسلے میں ایک تو اس نے قاری کو نشان زد کیا ہے، جو Text سے عام سی لذت کشید کرتا ہے (اس کے لیے اس نے لفظ Jouissance برتا ہے)۔

دراصل رولاں بارت نے لکھت کو جسم متصور کر کے اس سے لطف اندوز ہونے کے عمل کو جنسی محبت کے دائرے میں سمیٹ لیا تھا۔ بارت کے مطابق قاری کی حیثیت اس Lover کی سی تھی جو محبوبہ (تحریر) کے جسمانی حسن کا والد و شیدا ہوتا ہے اور محبوبہ کی ہر اداس کی گفتگو کی چاشنی، اس کے رنگ و روپ کی چاندنی، اس کی خوشبو، لباس، بدن کا گداز، اس کے عمل کو بھی دھوون میں تقسیم کر دیا ہے اور ایسا کرتے ہوئے لذت کو ش قاری (Pleasures-seeker) اور آنند کو ش قاری (Ecstasy-seeker) کے ماچہ الا امتیاز کو بھی آنند کر دیا ہے۔ بارت کے الفاظ میں:

"On the one hand, I need a general pleasure and on the other hand, I need a particular pleasure, a simple part of

the pleasure as a whole, whenever I need to distinguish  
echoria fulfillment comfort from shock disruption, even  
loss which are proper to ecstasy."

پہلا ہر رولاں بارت نے سارا زور عمومی لذت کے حصول پر دیا ہے۔ موقوف اس کا یہ ہے  
کہ جس طرح بدن مقصود بالذات ہے اور کسی نظریے، آدرش یا معنی کا حامل ہونے کے باعث  
دکھ نہیں، اسی طرح تحریر بھی اپنا مادی وجود رکھتی ہے اور اپنے مادی اوصاف کی بنا پر ہی قابل توجہ  
ہے۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح محبوب کے جسم کے بعض حصے مثلاً آنکھیں اور عارض اور بال وغیرہ لذت  
روماں یا لگنمشی یا لباس نیز محبوب کے جسم کے لیے قاری کو لذت بخشی ہے اس سلسلے میں بارت نے چار  
تقسیمیں، تصرف اور محاورہ وغیرہ کے ذریعے قاری کو لذت بخشی ہے اس سلسلے میں بارت نے چار  
مراحل یعنی Paranoid Hysteric, Fetishist اور Obsessional کا ذکر کیا ہے۔ ان  
کے متوازی تحریر سے لطف اندوز ہونے والا قاری بھی ایسے ہی چار مراحل سے گزرتا ہے۔ مگر  
رولاں بارت کہتا ہے کہ تحریر سے لطف اندوز ہونے کا یہ عمل ایک عمومی وظیفہ ہے جبکہ بعض اوقات  
تحریر کو پڑھتے ہوئے قاری عمومی لذت حاصل کرنے کے عمل کو ہمتی کر دیتا ہے۔ کہہ لیجئے کہ خود  
تحریر جب Writerly نوع کی ہو تو قاری کے ہاں ایک متوازی منفی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس  
میں وہ لذت کے حصول کو ہمتی کرتے ہوئے جابجا Gaps چاک اور درزیں پیدا کرتا ہے، جو ایک  
طرح کی محرومی کی مظہر ہوتی ہیں۔ ان Gaps اور درزوں کے نمودار ہونے سے قاری کو جولنت  
ملتی ہے وہ عام قسم کی لذت سے مختلف ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں بارت نے لکھا ہے کہ برہنہ بدن  
اس غایت انبساط (Ecstasy) کو پیدا نہیں کر سکتا جو لباس کے چاک میں سے لودیتے ہوئے  
بدن سے حاصل ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے بارت نے قاری کو بھی دو قسم کر دیا ہے۔ یعنی وہ قاری جو  
عمومی لذت کشید کرتا ہے اور وہ قاری جو غایت انبساط حاصل کرتا ہے۔

آئیے اب اس بحث پر ایک عمومی نظر ڈالیں۔ آپ محسوس کریں گے کہ رولاں بارت کا  
فکری نظام ایک تنلیٹ پر استوار ہے۔ یہ تنلیٹ..... "لکھاری، لکھت اور قاری" سے مرتب ہوئی  
ہے۔ بارت نے سب سے پہلے لکھاری کا ذکر کرتے ہوئے Ecrivain اور Ecrivain کی

لکھاری کی ہے اور کہا ہے کہ مقدم الذکر کم تر اور موخر الذکر برتر ہے۔ اس کے بعد اس نے لکھت کا  
ذکر کرتے ہوئے اسے Readerly اور Writerly میں تقسیم کیا ہے اور یہ موقف اختیار کیا ہے  
کہ مقدم الذکر عام مگر موخر الذکر خاص ہے۔ آخر میں اس نے قرات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے  
قاری کو لذت کوئی اور آئندہ کوشش میں تقسیم کر دیا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ ہر چند تحریر سے لذت کوئی کا  
مل ہی صحیح عمل ہے نہ کہ تحریر کو کسی معنی کی ترسیل کا ذریعہ بنانے کا عمل تاہم قرات کے دوران میں  
آئندہ غایت انبساط کے جولنت آتے ہیں وہی قرات کا شمر شیریں ہیں۔ چنانچہ رولاں بارت کا  
نظام فکر جن دو خانوں میں بنا ہوا نظر آتا ہے وہ یہ ہے:

Plaisir- Readerly- Ecivant (1)

Jouissance- Writerly- Ecrivain (2)

حقیقت یہ ہے کہ ابتدا ہی سے رولاں بارت کے ہاں ایک بے حد توانا اور زرخیز خیال  
موجود تھا جو آخر تک اس کا ہم سفر رہا۔ اپنے سفر کے دوران میں بارت ہر منزل پر چند لمحوں کے لیے  
رکا اور منزل کو اپنے "خیال" کے آئنے میں سے دیکھنے کے بعد اگلی منزل کی طرف چل پڑا لکھاری  
لکھت اور قاری اس سفر میں تین منازل تھیں۔ تاہم دیکھنے کی بات یہ کہ بارت نے اپنے اس  
سارے سفر کو ایک Text تصور کرتے ہوئے اس سے لذت کشید کرنے کی جو کوشش کی  
Disentangle کرنے پر منتج ہوئی نہ کہ Decipher کرنے پر! چونکہ بارت معنی یا جوہر کو  
مانتا نہیں تھا لہذا اسے کچھ Decipher کرنا نہیں تھا۔ اسے تو صرف Disentangle کرنا تھا  
چاہے وہ اس Disentanglemen کا پیاز کے پرت اتارنے میں مظاہرہ کرتا یا جراب کو  
ادھیڑنے میں! بارت کہتا ہے کہ اصل لطف کھولنے میں، بے نقاب کرنے میں ہے، اس لیے نہیں  
کہ بے نقاب کرنے پر اندر سے کوئی شے برآمد ہوگی۔ (کیونکہ شے تو موجود ہی نہیں ہے) مثلاً  
جراب کے معاملے میں جب دھاگے کو گرہوں اور پرتوں سے آہستہ آہستہ نجات ملے گی تو آخر  
میں دھاگے کے سوا باقی کچھ نہیں رہے گا۔ بارت کے نزدیک یہ دھاگہ ہی اصل سٹرکچر ہے اور  
دھاگے کا مختلف صورتیں اختیار کرتے چلے جاتا ان Codes کے تابع ہے جن سے یہ دھاگہ مرتب  
ہوا ہے۔ عاشق، شاعر، رقاص یا موسیقار (لکھاری یا قاری) اس جراب (لکھت) کو ادھیڑنے کی  
کوشش ہی میں لطف حاصل کرتے ہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ ادھیڑنے کے اس عمل سے انھیں بالآخر



ساختہات۔ ایک ساختہ

کسی معنی یا جو ہر تک رسائی حاصل ہوگی تو ان کا خیال خام ہے۔ ہمارے ہاں پنجاب میں یہ مثل مشہور ہے کہ کھد (کپڑے کا گیند) کھولیں تو اس میں سے لیریں (یعنی کپڑے کی کٹرنیں) ہی برآمد ہوں گی۔ مراد یہ کہ کچھ برآمد نہ ہوگا۔ اس مثل کا اطلاق رولائ بارت کے مرکزی خیال پر یہ خوبی ہو سکتا ہے۔ اپنی کتاب Image Music Text میں بارت لکھتا ہے:

"In the multiplicity of writing everything to be disentangled, nothing deciphered, the structure can be followed, run (like the thread of a stocking) at every point and at every level, but there is nothing beneath the space of writing is to be ranged over, not pierced, writing ceaselessly posits meaning ceaselessly to evaporate, it carrying out systematic exemption of meaning. In precisely that way literature, by refusing to assign secret, an ultimate meaning, to the text (to the World as TEXT) liberates what may be called an anti-theological activity, an activity that is truly revolutionary since to refuse to fix meaning is in the end to refuse God." (P117)

دیکھئے کہ رولائ بارت کی اس تحریر میں غلطی کی آواز کیسی صاف سنائی دے رہی ہے! بارت جب کہتا ہے کہ Text میں کوئی معنی نہیں ہوتا تو دوسرے لفظوں میں یہ کہتا ہے کہ کائنات کے Text میں بھی کوئی حقیقت عظمیٰ بہ طور معنی نہیں ہے۔ اس معاملے میں غلطی تو خیر اس کا جدا مجہد ہے ہی، میرا خیال ہے کہ اس نے کو انتم طبیعیات سے بھی اس سلسلے میں کچھ روشنی حاصل کی ہے۔ کو انتم طبیعیات کے مطابق "حقیقت" بیک وقت Wave بھی ہے اور پارٹیکل بھی! تاہم جب ہم اس کا "ویو روپ" دیکھتے ہیں تو اس کا پارٹیکل روپ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور جب "پارٹیکل روپ" دیکھتے ہیں تو ویو روپ غائب ہو جاتا ہے۔ جب دونوں کو بیک وقت دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو دونوں دھندلا جاتے ہیں۔ مگر کیا اس اجتماعی روپ کے نظریہ آنے سے اجتماعی روپ کی نفی ہو جاتی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ حقیقت عظمیٰ کے ہزاروں نام، لاکھوں اوصاف، کروڑوں

ساختہات۔ ایک ساختہ

کرنے کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی اور ایسی دیکھیں جس اور اسے Disentangle کرنے کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ کہ لامحدود سوال کی پوری معرفت حاصل ہوئی نہیں سکتی۔ البتہ شعوری کا امکان ہو سکتا ہے اور یہ شعوری ہی وہ غایت انبساط (Ecstasy) مہیا کرتی ہے جس سے رولائ بارت لکھتا ہے اور یہ جوش و خروش کا نام دیا تھا، مگر رولائ بارت کا یہ کہنا کہ کائنات کے Text میں کوئی معنی نہیں ہے، کل نظر اس لیے ہے کہ کائنات پیاز نہیں ہے جس کے پت اترتے ہوئے آپ اس میں پت بچ جاتے ہیں جس کے آگے کوئی اور پت نہیں ہے۔ کائنات کے پت تو لامتناہی ہیں اور تمام پت بچ جاتے ہیں جس کے آگے کوئی اور پت نہیں جاسکتا۔ اگر اتارے نہیں جاسکتے تو پھر کوئی بھی رولائ بھی سارے کے سارے اتارے نہیں جاسکتے۔ اگر اتارے نہیں جاسکتے تو پتوں کے نیچے معنی موجود نہیں؟ اصل بات پورے وقت کے ساتھ کیوں کر یہ اعلان کر سکتا ہے کہ پتوں کے نیچے معنی موجود نہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ جب بھی کسی مغربی مفکر کو حقیقت عظمیٰ کے سابقہ روپ کو عبور کرنے کی توفیق ہوئی ہے تو اس نے حقیقت عظمیٰ ہی کی نفی کر دی ہے اور اس بات کو فراموش کر دیا ہے کہ عبور کرنے کے بعد جو "حقیقت" اس پر منکشف ہوئی ہے وہ بھی تو حقیقت عظمیٰ ہی کا ایک روپ ہے۔ مغرب میں انیسویں صدی کے اختتام تک جو سٹرکچر رائج اور مقبول تھا وہ نظام شکی سے مشابہ ہونے کے باعث Centre-Orientated تھا۔ ایک ایسا سٹرکچر جس میں ایک سورج یا ایک معنی کا ادراک ہوتا تھا۔ مگر بیسویں صدی کے طلوع ہوتے ہی مرکزہ کی جگہ پیئرن نے لے لی۔ لہذا ایک Pattern-Orientated سٹرکچر کا تصور رائج ہو گیا جو کسی ایک معنی یا ایک مرکزہ کا داعی نہیں تھا بلکہ پورے سٹرکچر کے ہر نقطہ کو مرکزہ کی صورت ہی دیکھتا تھا۔ (کو انتم طبیعیات کا بوٹ سٹرپ نظریہ اسی بات کو پیش کرتا ہے) مشرق میں یہ نظریہ متعدد صوفیانہ مسالک میں پہلے ہی پیش کیا جا چکا ہے۔ لہذا مغرب والوں نے کوئی نئی دریافت نہیں کی ہے۔ مشرق والے ہمہ ادست اور ہمہ ازادست کے نظریوں میں بھی حقیقت عظمیٰ کے وجود ہی کا اعتراف کرتے آئے ہیں۔ مختصر یہ عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ رولائ بارت کے ہاں اگر یوین، Writerly اور Jouissance کے زواہ قائل قبول ہیں اور لکھت یا کائنات کو سٹرکچر قرار دینے کا زواہ بھی غلط نہیں ہے مگر اس سے معنی یا جوہر یا حقیقت عظمیٰ کی نفی کا کوئی پہلو پیدا کرتا قطعاً قائل قبول نہیں ہے۔

ہفت ہفت